اپنے احباب کو ای میل کیجئے پرنٹ کیجئے بند کیجئے

جنگ

Share

بدھ 11 رجب المرجب 1434ھ 22 مئی 2013ء

طالبان سے مذاکرات: واحد راستہ؟

پاکستان کے عوام اس وقت جن پریشان کن مسائل سے دوچار ہیں، ان میں معاشی بدحالی کے علاوہ دہشت گردی اور عسکریت پسندی سرفہرست ہیں، یہ بات خوش آئند ہے کہ آنے والی حکومت کے ارباب حل وعقد کو ان مسائل کا پوری طرح ادراک ہے اور وہ اپنی ذمہ داریاں سنبھالنے سے پہلے ہی ان پر قابو پانے کے لئے سرگرمی سے منصوبہ بندی کر رہے ہیں۔ نئی حکومتی پارٹی مسلم لیگ ن کے سربراہ میاں نواز شریف نے ایک طرف اپنی ٹیم کو معیشت کی بحالی کے لئے قابل عمل اقدامات تجویز کرنے کا مشن سونپ رکھا ہے تو دوسری طرف انہوں نے دہشت گردی کے حوالے سے بھی اپنا ایجنڈا طے کر کے طشت از بام کر دیا ہے۔ پیر کو لاہور میں اپنی پارٹی کے نومنتخب ارکان سے خطاب کرتے ہوئے انہوں نے طالبان سے مذاکرات کو ملک میں امن وامان کی بحالی کے لئے بہترین آپشن قرار دیا ہے۔ انہوں نے واضح کیا کہ بندوق اور گولی سے مسائل حل نہیں ہو سکتے۔ اگر طالبان نے مذاکرات کی پیشکش کی ہے تو یہ بہترین آپشن ہے اور ہمیں اسے سنجیدگی سے لینا چاہئے۔ تحریک طالبان پاکستان نے اس سال فروری میں پیش کش کی تھی کہ وہ قوم کے بہترین مفاد میں حکومت سے مذاکرات کے لئے تیار ہے بشرطیکہ میاں نواز شریف، مولانا فضل الرحمٰن، سید منور حسن اور ان کی جماعتیں بات چیت کے نتیجے میں ہونے والے سمجھوتے پر عملدرآمد کی ضمانت دیں۔ طالبان انتخابی مہم کے دوران ان تینوں جماعتوں کو حملوں کا نشانہ بنانے سے گریز کر کے اپنی پیشکش کے حوالے سے سنجیدہ نظر آئے۔ اس وقت کی حکومت نے ان کی تجویز کا کوئی مناسب جواب نہیں دیا تھا مگر مستقبل کے وزیراعظم میاں نواز شریف نے اس تجویز کو قبول کرنے کا عندیہ دیا ہے۔ تاہم اسے عملی جامہ پہنانے سے قبل اس کی حمایت اور مخالفت میں مختلف الرائے حلقوں کے دلائل پر غور وخوض بھی تدبر اور احتیاط کا لازمی تقاضا ہے۔ ایک حلقے کی رائے یہ ہے کہ دہشت گردی کی اصل بنیاد افغانستان میں ہونے والی تباہ کن جنگ تھی۔ یہ جنگ اب ختم ہونے والی ہے اور امریکہ وہاں سے واپس جا رہا ہے جو طالبان کا اصل ہدف تھا۔ طالبان کا ردعمل ڈرون حملوں کا بھی نتیجہ تھا۔ امریکی انخلا کے بعد ان کا زور ٹوٹ جائے گا۔ اس حلقے کے خیال میں پہلے کہا جاتا تھا کہ یہ امریکہ کی جنگ ہے جو پاکستان پر زبردستی مسلط کی گئی۔ اب پاکستان بھی کہہ رہا ہے کہ یہ ہماری جنگ ہے۔ دوسرے مکتبہ فکر کی رائے میں پاکستان میں طالبان کی کارروائیوں کا امریکہ سے کوئی تعلق نہیں۔ ان کا اصل مقصد پاکستانی ریاست میں اپنی عملداری بڑھانا ہے۔ ان سے پہلے بھی امن کے کئی معاہدے ہوئے۔ ان میں سوات کا معاہدہ بھی شامل تھا۔ یہ تمام معاہدے ناکام ہوئے۔ اس کے نتیجے میں بالآخر ان کے خلاف فوجی کارروائی کرنا پڑی جس میں عسکریت پسندوں کی ہلاکتوں کے علاوہ سیکڑوں فوجی بھی جاں بحق ہوئے۔ خدشہ یہ ہے کہ امریکہ کے افغانستان سے چلے جانے کے بعد بھی یہ جنگ ختم نہیں ہوگی اور طالبان اپنے ایجنڈے پر عمل جاری رکھیں گے۔ ہمارے دفاعی اداروں کا بھی کہنا ہے کہ یہ پاکستان کی جنگ ہے۔ معاملے کے دونوں پہلوؤں پر موافقت اور مخالفت میں دلائل موجود ہیں۔ ماضی میں مسئلے کے پرامن حل کے لئے مذاکرات ناکام ہوئے مگر لڑائی کے ذریعے بھی حل کے امکانات نظر نہیں آتے۔ صلح کر لیں تو بھی یقینی نہیں کہ یہ دیرپا ثابت ہوگی لیکن مایوسی اور لڑائی سے بہتر ہے کہ امید اور امن کو راستہ دیا جائے اور بار بار دیا جائے۔ آئرلینڈ میں آئرش موومنٹ سے مذاکرات کئی بار ناکام ہوئے مگر پھر کامیاب بھی ہو گئے۔ ہمیں بھی مذاکرات کے ذریعے امن کی کوششوں کا ساتھ دینا چاہئے۔ طالبان اگر مذاکرات میں سنجیدہ ہیں اور سیاسی پارٹیوں کو ضامن بنانا چاہتے ہیں تو خود بھی امن کی ضمانت دیں۔ ایسا ہو جائے تو مذاکرات کے آپشن کو ضرور آزمانا چاہئے اور بات چیت کی میز پر طالبان کا مؤقف براہ راست سننا اور اپنا مؤقف انہیں سنانا چاہئے۔ آمنے سامنے بیٹھ کر ایک دوسرے کو اپنا مؤقف سمجھانے میں آسانی ہوتی ہے اور مسئلوں کا حل نکل آتا ہے۔ ماضی میں دنیا کے بڑے بڑے مسئلے اسی طریقے سے حل ہو چکے ہیں۔ عین ممکن ہے کہ یہ معاملہ بھی طے ہو جائے اور اس کے نتیجے میں مزید خون بہائے بغیر پاکستان میں امن وخوشحالی کا دور لوٹ آئے۔

ShareThis

آج کا اخبار پڑھیے